جدید تجارت

عصر حاضر میں لیزنگ کاروبار اور اس کا شرعی جائزہ

مولانا مفتی اقبال حسین صابری

مفتی و مدرّس مدرسہ انوار الاسلام سہام نئی آبادی (راولپنڈی)

ذیلی عنوانات

نمبر شمار	ذیلی عنوانات	نمبر شمار	ذیلی عنوانات
(۱)	اجارہ کی لغوی تعریف	(۲)	اجارہ کی اصطلاحی تعریف
(۳)	لیزنگ کاروبار کے فوائد	(۴)	لیزنگ کی قسمیں
(۵)	لیزنگ کا طریقہ کار	(۶)	لیزنگ اجارہ کے بنیادی قواعد
(۷)	انشورنس کا شرعی حکم		

لیزنگ کو عربی میں اجارہ کہا جاتا ہے اجارہ کی دو قسمیں بنتی ہیں۔

(۱)اجارۃ العمل (۲) اجارۃالمنفعۃ قال فی البدائع ذکر بعض المشائخ ان الاجارۃ نوعان اجارۃ علیٰ المنافع واجارۃ علی الاعمال (بدائع جلد: ۴ ص:۱۶)

(۱)اجارۃ العمل کا مطلب یہ ہے کہ کسی کام یا عمل کے لئے اجرت کا معاملہ کیا جائے جیسے مزدوری، ملازمت، خدمات، ٹھیکہ داری، کمیشن وغیرہ

(۲)اجارۃ المنفعۃ کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کی افادیت یا منفعت یا استعمال کا معاملہ کیا جائے جیسے مکانات دوکانوں اور گاڑیوں وغیرہ کا کرایہ پر لین دین۔

(۱) اجارہ کی لغوی تعریف:

لغت میں اجارہ کا اطلاق عمل کے بدلے میں کسی کو کچھ عوض ادا کرنے پر ہوتا ہے۔

قال فی الشامیہ :وفی اللغۃ الاجارہ فعالۃ اسم للاجرۃ (رد المحتار جلد ۹ ص ٦) قال فی البدائع :اما معنی الاجارۃ فالاجارۃ بیع المنفعۃ لغۃ(جلد: ۴ ص:۱۶)

اَجَرَ باب ضَرَبَ یَضرِب سے آتا ہے اس کا مضارع یاجرآتا ہے اس وقت اس کے معنی آتے ہیں کسی کو اس کے عمل کی جزاء دینا باب مفاعلہ سے بھی آتا ہے اس وقت اس کے معنی آتے ہیں باہم اجارہ کا معاملہ کرنا۔

(۲) اجارہ کی اصطلاحی تعریف:

شمس الأئمہ علامہ سرخسیؒ نے کتاب المبسوط میں اجارہ کی تعریف یہ لکھی ہے۔

اعلم ان الاجارة عقد على المنفعة بعوض هو مال والعقد على المنافع شرعا نوعان احدهما بغير عوض كالعارية والوصية بالخدمة والآخر بعوض وهو الاجارة (المبسوط جلد ۱۵ ص ۸۲)

بے شک عقد اجارہ عوض یعنی مال کے بدلے میں منفعت کا عقد ہے اور منافع پر عقد کی شرعا دو قسمیں ہیں ان میں سے ایک بغیر عوض کے ہے جیسا کہ عاریت اور خدمت کی وصیت کرنا اور دوسری قسم یہ ہے کہ عوض کے بدلے میں منافع پر عقد کیا جائے اور اس کو اجارہ کہا جاتا ہے۔

علامہ حصکفیؒ نے اجارہ کی تعریف یہ لکھی ہے **تمليك نفع مقصود من العين بعوض (در مختار جلد ۹ ص:۶)**

عوض کے بدلے میں منافع مقصودہ کے مالک بنانے کو شرعا اجارہ کہا جاتا ہے۔

اجارہ کے مختلف صورتیں ہیں اسی طرح اجارہ کی شرائط اور ارکان بھی ہیں یہاں پر اس کی قسمیں بیان کرنا مقصود نہیں ہے۔

یہاں پر ہم صرف بینک سے گاڑی لیزنگ پر نکالنے کا شرعی حکم بیان کریں گے یعنی آیا بنک سے گاڑی یا مشینری وغیرہ لیزنگ پر حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں اور شرعا اس کی کیا حیثیت ہے؟

(۳) لیزنگ کے فوائد:

لیزنگ کاروبار تجارت ایک ایسا شعبہ ہے کہ جس کے تحت کسی صنعتی یا زرعی منصوبے یا کاروبا کے لئے مشینیں آلات اوزار اور گاڑیاں کرایہ پر یا قسطوں پر حاصل کئے جاسکتے ہیں- دنیا کے دوسرے ملکوں میں تو یہ کاروبار کافی عرصے سے رائج ہے البتہ پاکستان میں گزشتہ کئی برسوں کے دوران اسے فروغ حاصل ہوا ہے اگر سرمایہ کار کسی صنعتی شعبے میں سرمایہ کاری کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنے منصوبے کے لئے اپنی پسند کا پلانٹ مشین آلات اوزار کسی لیزنگ کمپنی سے حاصل کرسکتا ہے اس طرح اسے پلانٹ مشینوں آلات اوزار اور گاڑیوں کی قیمت اگر وہ چاہے تو اسے یکمشت ادا نہیں کرنی ہوگی بلکہ آسانی سے قسطوں پر حاصل کرسکتا ہے۔

(۴) لیزنگ کی قسمیں:

لیزنگ کی بہت ساری قسمیں ہیں مثلا (۱) فنانس لیزنگ (۲) آپریٹنگ لیز (۳) سیلز اینڈ لیز (۴) کنٹریکٹ ہائر لیزنگ (۵) رینٹل ہائر لیزنگ (۶) سیلز اینڈ لیز بیک

اس میں جو زیادہ رائج طریقہ ہے وہ فنانس لیزنگ ہے اس لیز کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اس طریقے میں لیز پر حاصل کیا جانے والا سامان لیز کی مدت گزرنے اور واجبات کی ادائیگی مکمل ہونے کے بعد استعمال کرنے والے کی ملکیت ہو جاتا ہے مثلا ایک شخص یا ادارے نے ایک مشین پانچ سال کی لیز پر حاصل کی تو اسے پانچ سال کے دوران مشین کی قیمت اور لیزنگ کمپنی کے منافع کی رقم کی ادائیگی مکمل ہونے

کے بعد اسے اس مشین کے حقوق ملکیت حاصل ہوجائیں گے یعنی وہ مشین یا گاڑی اس کی ملکیت میں آجائے گی۔

(۵) کار لیزنگ کا طریقہ کار:

اگر کوئی شخص لیزنگ کمپنی سے گاڑی لیز پر لیتا ہے جس کی بازاری قیمت تین لاکھ روپے ہے مگر لیزنگ کمپنی اس کی لیزنگ ویلیو چار لاکھ مقرر کرتی ہے، جس کی ادائیگی چالیس اقساط میں کرنی ہوتی ہے فی قسط دس ہزار روپے ماہانہ کرایہ کی صورت میں ادا کرنے ہوتے ہیں۔ گاڑی کو لیز کراتے وقت دس فیصد سیکورٹی ڈیپازٹ جمع کرانا لازمی ہوتا ہے جو کہ تقریباً چالیس ہزار روپے بنتا ہے ان چالیس مہینوں کے دوران گاڑی لیزنگ کمپنی کی ہی ملکیت رہتی ہے اور جن صاحب نے گاڑی کو لیز پر لیا ہے وہ اس گاڑی کو کرایہ کے طور پر استعمال کریں گے۔
چار سال کے بعد جب گاڑی کی چالیس اقساط مکمل ہوجائیں گی تو اب اگر گاڑی لینے والے صاحب یہ چاہتے ہیں کہ وہ گاڑی کو اپنی ملکیت میں لے لیں تو جو سیکورٹی ڈپوزٹ شروع میں جمع کروادیا تھا تو وہ لیزنگ کمپنی گاڑی کی قیمت کے بدلے میں رکھ لے گی اور گاڑی پھر اس شخص کی ملکیت ہوجائے گی اور اگر یہ شخص گاڑی لینا نہیں چاہتا تو پھر لیزنگ کمپنی گاڑی خود رکھ لے گی اور چالیس ہزار روپے اس شخص کو واپس کردیے جائیں گے (جدید معاشی نظام میں اسلامی قانون اجارہ ص:۴۳۱)
شرعی حکم اور اسکی موجودہ کئی خرابیاں بیان کرنے سے پہلے ہم اجارہ (لیز) کے بنیادی قواعد بیان کرتے ہیں جن کے جاننے کے بعد نفس مسئلہ کا سمجھنا آسان ہوگا۔

(۶) لیزنگ اجارہ کے بنیادی قواعد:

(۱) لیزنگ ایک ایسا عقد ہے جس کے ذریعے کسی چیز کا مالک طے شدہ مدت کیلئے طے شدہ معاوضہ کے بدلے میں اس چیز کے استعمال کا حق کسی اور شخص کی طرف منتقل کردیتا ہے۔
(۲) لیز ایسی چیز کا ہوسکتا ہے جس کا کوئی ایسا استعمال ہو جس کی کوئی قدر و قیمت ہو لہذا جس چیز کا کوئی استعمال نہ ہو وہ لیز پر نہیں دی جاسکتی
(۳) لیز کے صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ لیز پر دی گئی چیز کی ملکیت موجر ہی کے پاس رہے اور مستاجر کو صرف حق استعمال منتقل ہو لہذا ایسی چیز جسے صرف کئے بغیر (یعنی ختم کئے بغیر یا اپنے پاس سے نکالے بغیر) استعمال نہیں کیا جاسکتا ہو ان کی لیز بھی نہیں ہوسکتی اس لئے نقد رقم، کھانے پینے کی اشیاء، ایندھن اور گولہ بارود وغیرہ کی لیز ممکن نہیں ہے اس لئے کہ انہیں خرچ کئے بغیر ان کا استعمال ممکن نہیں ہے اگر اس نوعیت کی کوئی چیز لیز پر دے دی گئی ہے تو اسے ایک قرض سمجھا جائے گا اور قرض کے سارے احکام اس پر لاگو ہونگے اس غیر صحیح لیز پر بھی جو کرایہ لیا جائے گا وہ قرض پر لیا جانے والا سود ہوگا۔
(۴) لیز پر دی گئی جائیداد بذات خود چونکہ موجر (لیزر) کی ملکیت میں ہے اس لئے ملکیت کی وجہ سے پیدا ہونے والی ذمہ داریوں کو بھی وہ خود اٹھائے گا لیکن اس کے استعمال کے متعلق ذمہ داریوں کو مستاجر اٹھائے گا۔

مثال:''الف'' نے اپنا گھر ''ب'' کو کرایہ پر دیا خود اس جائیداد کی طرف منسوب ٹیکس ''الف'' کے ذمے ہونگے جبکہ پانی کا ٹیکس، بجلی کے بل اور مکان کے استعمال کے حوالے سے دیگر اخراجات ''ب'' یعنی متاجر پر ہونگے۔(۵) لیز کی مدت کا تعین واضح طور پر ہو جانا چاہئے۔

(۶) لیز کے معاہدے میں لیز کا جو مقصد متعین ہوا ہے متاجر اس اثاثے کو اس کے علاوہ کسی اور مقصد کے لئے استعمال نہیں کر سکتا اگر معاہدے میں کوئی مقصد طے نہیں ہوا تو متاجر اسے ان مقاصد کے لئے استعمال کر سکتا ہے جن کے لئے عام حالات میں اسے استعمال کیا جاتا ہے لیکن اگر اسے غیر معمولی مقصد کے لئے استعمال کرنا چاہتا ہے (جس کے لئے عموماً وہ چیز استعمال نہیں ہوتی) تو ایسا وہ موجود (مالک) کی صریح اجازت کے بغیر نہیں کر سکتا۔

(۷) متاجر کی طرف سے اس چیز کے غلط استعمال یا غفلت و کوتاہی کی وجہ سے جو نقصان ہو وہ اس کا معاوضہ دینے کا ذمہ دار ہے لیز پر دی گئی چیز کی مدت کے دوران موجر (lessor) کے ضمان (risk) میں رہے گی جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی سبب سے نقصان ہو جائے جو متاجر کے اختیار سے باہر ہو تو یہ نقصان موجر (مالک) برداشت کرے گا۔

(۹) جو جائیداد دو یا زیادہ شخصوں کی مشترکہ ملکیت میں ہو وہ بھی لیز پر دی جا سکتی ہے اور کرایہ مالکان کے درمیان ملکیت میں ان کے حصے کے تناسب سے تقسیم ہوگا۔

(۱۰) جو شخص کسی جائیداد کی ملکیت میں شریک ہو وہ اپنا متناسب حصہ اپنے شریک ہی کو کرایہ پر دے سکتا ہے کسی اور شخص کو نہیں۔

(۱۱) لیز کے صحیح ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ لیز پر دی جانے والی چیز فریقین کے لئے اچھی طرح متعین ہونی چاہئے۔

مثال: الف، ب سے کہتا ہے کہ میں تمہیں اپنی دو دو کانوں میں سے ایک کرایہ پر دیتا ہوں ب بھی اس سے اتفاق کر لیتا ہے تو یہ اجارہ باطل ہے الا یہ کہ دونوں میں سے ایک کی تعیین اور شناخت ہو جائے (اسلامی بینکاری کی بنیادیں ص:169)

ہم نے پیچھے گاڑی لیز پر حاصل کرنے کا جو طریقہ کار لکھا ہے اسمیں شرعی اعتبار سے کئی خرابیاں ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) بینک گاڑی پر قبضہ کئے بغیر لیز پر دے دیتا ہے حالانکہ قبضہ کرنا ضروری ہے (۲) گاڑی بینک یا لیزنگ کمپنی کی ملکیت میں ہوتی ہے۔ لیکن ان کے ضمان میں نہیں ہوتی حالانکہ شرعاً اصول یہ ہے کہ وہ چیز موجر کے ضمان میں ہو چنانچہ گاڑی کی تباہی اور ہلاکت کی صورت میں نقصان بینک یا لیزنگ کمپنی کا نہیں ہوتا بلکہ متاجر کا ہوتا ہے (۳) تمام قسطوں کی ادائیگی کے بعد گاڑی کرایہ پر لینے والا شخص جب گاڑی اپنی ملکیت میں لینا چاہتا ہے تو اس کے لئے عقد جدید نہیں کرتا سابقہ عقد کی بنیاد پر گاڑی اس کی ملکیت میں آجاتی ہے جبکہ شرعاً یہ جائز ہے (۴) گاڑی لیز پر حاصل کرتے وقت گاڑی کی انشورنس کرائی جاتی ہے جو کہ شرعاً ناجائز ہے۔

(۵) اگر کوئی قسط ادا کرنے میں تاخیر ہو جائے تو تاخیر کی وجہ سے متاجر کو جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے جو کہ شرعاً سود اور ناجائز ہے۔ اب ہم ان

خرابیوں کو تفصیل سے لکھتے ہیں کہ بات خوب واضح ہو۔

پہلی خرابی:۔ پہلی خرابی بینک سے گاڑی لیز پر لینے میں یہ پائی جاتی ہے کہ بینک جو گاڑی مستاجر کو لیز پر دیتا ہے بینک خود اس پر قبضہ نہیں کرتا شرعی طریقہ کار یہ ہے کہ پہلے بینک والے گاڑی پر قبضہ کریں اور پھر مستاجر کو لیز پر دے قبضہ کئے بغیر لیز پر دینا جائز نہیں ہے۔ جس طرح کسی چیز کا قبضہ سے پہلے فروخت کرنا جائز نہیں اسی طرح قبضہ سے پہلے کرایہ پر دینا بھی جائز نہیں ہے۔

عن حکیم ابن حزامؓ قال قلت یا رسول اللہ ﷺ انی ابتاع ھٰذہ البیوع فما یحل لی منھا وما یحرم علیّ قال یا ابن اخی لا تبیعن شیئاً حتیٰ تقبضه ھٰذا اسناد حسن متصل (مصنف ابن ابی شیبه جلد: 6ص: 366)

حکیم ابن حزامؓ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میں یہ چیزیں فروخت کرتا ہوں ان میں سے کون سی میرے لئے حلال ہے اور کونسی حرام ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے بھتیجے کسی چیز کو قبضہ کرنے سے پہلے مت بیچ۔

عمرو ابن العاصؓ کی روایت ہے ولا تبع ما لیس عندك (جمع الفوائد جلد:2ص: 630) اور اس چیز کی بیع جائز نہیں جو تیرے پاس نہ ہو۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ جس چیز کا آدمی مالک نہ بنا ہو یا وہ چیز اس کے قبضے میں نہ آئی ہو تو اس کی بیع درست نہیں ہے اسی طرح اس کو اجارہ پر دینا بھی جائز نہیں ہے اس لئے کہ جو چیز بیع کو فاسد کردیتی ہو وہ اجارے کو بھی فاسد کردیتی ہے قال فی الدر المختار:

وتفسد الاجارة بالشروط المخالفة لمقتضی العقد فکل ما افسد البیع مما مر یفسدھا۔

(جلد: 9ص: 77) اجارہ کو وہ شروط فاسد کردیتی ہیں جو مقتضیٰ عقد کے خلاف ہوں ہر وہ چیز جو بیع کو فاسد کردیتی ہو وہ اجارہ کو بھی فاسد کردیتی ہے۔

فقہاء کرام نے بیع قبل القبض کو ناجائز لکھا ہے بیع قبل القبض کا مطلب یہ ہے کہ مطلوبہ چیز خریدنے کے بعد اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اسے آگے فروخت کردیا جائے مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں۔ کسی چیز کو کرایہ پر دینے کا معاملہ دو طریقوں سے ممکن ہے۔

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ بینک اشیاء اور سامان خود خریدے اور پھر بطور مالک اس پر قبضہ بھی کرے اور پھر بینک وہ چیز مدت معلومہ اور اجرت معلومہ پر اپنے گاہک کو کرایہ پر دے دے اس صورت میں مدت اجارہ کے ختم ہونے کے بعد وہ اشیاء اور سامان دوبارہ بینک کے قبضہ میں آجائے گا اور پھر فریقین کو اختیار ہوگا چاہیں تو دوبارہ جدید عقد اجارہ کرلیں یا فریقین اس وقت آپس میں کوئی ثمن طے کرکے عقد بیع کرلیں اور بینک کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ اشیاء اور سامان کو دوسرے گاہک کو کرایہ پر دے دے یا دوسرے گاہک کے ہاتھ فروخت کردے مذکورہ بالا طریقہ شرعاً بالکل جائز ہے اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں۔

(۲) دوسری صورت وہ یہ ہے کہ بینک ایسی اشیاء اور سامان کرایہ پر دے جو عقد اجارہ کے وقت اس کی ملکیت میں نہیں ہے بلکہ عقد اجارہ

کرنے کے بعد بینک وہ سامان سپلائر سے اپنے گاہک کے نام ہی پر خریدے اور بینک اپنے گاہک کو اس سامان پر قبضہ کرنے اور اس کو وصول کر کے اپنے یہاں نصب کرنے کا وکیل بنادے اور بینک ایک تاریخ مقرر کر دے گا کہ فلاں تاریخ پر عقد بیع مکمل ہو کر عقد اجارہ شروع ہو جائے گا چنانچہ اس مقررہ تاریخ کے بعد بینک اس چیز کا کرایہ گاہک سے وصول کرتا رہے گا یہاں تک کہ عقد اجارہ کی مدت معاہدہ کے مطابق پوری ہو جائے اور بینک اپنے تمام واجبات گاہک سے وصول کر لے تو پھر بینک وہ سامان معمولی ثمن (قیمت) پر اسی گاہک کے ہاتھ فروخت کر دے گا اس دوسری صورت میں فقہی اعتبار سے چند امور قابل غور ہیں (ا) جس وقت بینک عقد اجارہ کرتا ہے وہ اس چیز کا مالک بھی نہیں ہوتا قبضہ کرنا تو دور کی بات ہے اور جس چیز کا انسان مالک نہ ہو اس کو کرایہ پر دینا بھی باطل ہے اسی طرح جو چیز انسان کے قبضہ میں نہ ہو اس کو کرایہ پر دینا بھی باطل ہے اس لئے کہ (ربح ما لم یضمن) کی قبیل سے ہے جو حدیث کی رو سے منہی عنہ (جس سے منع کیا گیا ہو) ہے علامہ ابن قدامہ کی الشرح الکبیر میں ہے **وكذلك لا يصح هبته ولا رهنه ولا دفعه اجرة وما اشبه ذلك ولا التصرفات المنعقده الى القبض لانه غير مقبوض فلا سبيل الى اقباضه .**

(الشرح الكبير لابن قدامه جلد: 4 ص : 116)

اس طرح رہن اور اجارہ اور دوسرے معاملات جو قبضہ کے ساتھ تام ہوتے ہوں وہ صحیح نہیں ہیں اسلئے کہ وہ چیز قبضہ میں نہیں ہے لھذا دوسرے کو اس پر آگے قبضہ کرانا بھی ممکن نہیں فتاویٰ ھندیہ میں ہے **ومنها (اى من شرائط صحة الاجارة) ان يكون مقبوض الموجر اذا كان منقولا فان لم يكن فى قبضه فلا تصح اجارته (الفتاوىٰ الهنديه جلد :۴ ص:۴۱۱)** اجارہ کے صحیح ہونے کے شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ اگر وہ چیز منقول ہے تو موجر کے قبضے میں ہو اگر وہ اس کے قبضے میں نہیں تو پھر عقد اجارہ درست نہیں۔ شوافع کا بھی صحیح قول یہی ہے (دیکھئے **مغنی المحتاج جلد:۲ ص:۶۸**)

اس مشکل کا حل یہ ہے کہ جس وقت بینک اور گاہک کے درمیان معاہدہ ہو اس وقت عقد اجارہ کو منعقد نہ مانا جائے بلکہ اس معاہدہ کو عقد اجارہ کے لئے محض ایک وعدہ تصور کیا جائے پھر جب گاہک سپلائر سے سامان وصول کر کے اپنے قبضے میں لے آئے اور اپنے یہاں نصب کرنے کا کام مکمل ہو جائے اس کے بعد بینک اپنے گاہک کے ساتھ بالمشافہ یا تحریری مراسلت کے ذریعے عقد اجارہ کرے

(فقہی مقالات جلد:۲ ص:۲۷۹)

دوسری خرابی:۔ دوسری خرابی یہ پائی جاتی ہے کہ لیز پر جو چیز دی جاتی ہے اسکا رسک (ضمان) شرعاً موجر پر آتا ہے یعنی لیز کی مدت کے دوران وہ چیز موجر کے ضمان میں رہے گی جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی سبب سے نقصان ہو جائے جو مستاجر کے اختیار سے باہر ہو تو یہ نقصان موجر (مالک) برداشت کرے گا جبکہ بنک جو گاڑی لیز پر دیتا ہے اگر اس کو نقصان پہنچ جائے تو نقصان لیز پر لینے والے کا ہوتا ہے بینک کا نقصان نہیں ہوتا۔

ضمان العين المستاجره تعتبر يد المستاجر على العين المستاجره فى اجارة المنافع يد امانة فلا يضمن مايتلف بيده الا بالتعدى او التقصير فى الحفظ (الفقه الاسلامى و ادلته جلد ٦ ص ٢٨٤٥) سامان مشینری گاڑی یااس کے علاوہ دیگر اشیاء کو کرایہ پر دینے کے بعد ایسے تمام اخراجات جو کہ معمول کے مطابق ہوں اس کو ادا کرنا متاجر کے ذمے ہوگا اور جو اخراجات سامان کے عمل سے متعلق ہوں اس کا خرچ موجر کی ذمہ داری ہے مثال کے طور پر اگر کسی شخص نے گاڑی لیز پر حاصل کی ہے تو اس گاڑی کے وہ تمام معمول کے اخراجات جو اس کے عمل (working) سے متعلق ہوں جیسے مثال کے طور پر گاڑی کی سروس، ٹیونگ اور عام مرمت وغیرہ یہ سب اخراجات متاجر کی ذمہ داری ہوگی اور اگر گاڑی کسی قدرتی آفت کا شکار ہوگئی مثلاً ایکسیڈنٹ ہوگیا گاڑی کو آگ لگ گئی یا کسی حادثہ میں گاڑی تباہ ہوگئی تو ایسی صورت میں اس کے نقصان کی ذمہ داری موجر (مالک) کی ہوگی اور متاجر (لیز پر گاڑی لینے والا) ان نقصانات کا ذمہ دار نہیں ہوگا (جدید معاشی نظام میں اسلامی قانون اجارہ ص ۲۹۶) مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں اصول یہ ہے کہ اگر کرایہ کی چیز پر آفات سماویہ آجائے تو اس صورت میں متاجر ضامن نہ ہوگا جب تک متاجر اس کی حفاظت میں تعدی سے کام نہ لے (فقہی مقالات جلد اول ص ۲۸۱) آج کل عموماً اجارہ کے جو معاملات ہوتے ہیں ان میں اجرہ کی حقیقت موجود نہیں اجرے کی حقیقت یہ ہے کہ موجر جو مشینری وغیرہ اجارے پر دے رہا ہو۔ وہ اس کا مالک اور ذمہ دار ہو مگر تمویلی اجارے میں آج کل عموماً ایسا نہیں ہوتا موجر اس مشینری کی کسی قسم کی ذمہ داری نہیں لیتا ہے اگر مشینری کا نقصان ہوجائے تو وہ متاجر کا نقصان سمجھا جاتا ہے حتیٰ کہ کسی حادثے میں مشینری تباہ ہوجائے تو بھی متاجر کرایہ دیتا رہتا ہے موجر کا تعلق اس مشینری سے صرف اتنا ہوتا ہے کہ عدم ادائیگی کی صورت میں وہ مشینری کو بیچ کر اپنا قرضہ وصول کر لیتا ہے لھذا آج کل عموماً حقیقی اجارہ نہیں ہوتا اصل مقصد تو سود پر قرض دینا ہی ہوتا ہے مگر ٹیکس سے بچت کرنے کے لئے اجارے کا نام دے دیا جاتا ہے۔ اس طرح کے معاملات شرعاً جائز نہیں تاہم اگر موجر واقعی مشینری کا مالک ہو اور وہ اس کی ذمہ داری قبول کر کے اسکا اجارہ کرے اس کی گنجائش ہے (اسلام اور جدید معیشت اور تجارت ص ۱۴۵)

تیسری خرابی: ۔ تیسری خرابی یہ پائی جاتی ہے کہ قسطوں کی ادائیگی کرنے کے بعد گاڑی لیز پر لینے والے شخص کی ملکیت میں سابقہ عقد کی بنیاد پر آجاتی ہے عقد جدید نہیں کیا جاتا حالانکہ یہ طریقہ شرعاً جائز نہیں ہے اس کے ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کنونشنل بینکوں میں گاڑیوں اور مشینریوں کو لیز پر دینے کا جو طریقہ رائج ہے اسے ہائر پر چیز کہا جاتا ہے اس میں ایک ہی عقد میں دو معاملات کو جمع کرنے کی خرابی پائی جاتی ہے جسے عربی میں صفقتان فی صفقة کہا جاتا ہے جو کہ شرعاً ناجائز ہے حضور ﷺ نے ایسا معاملہ کرنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ مسند احمد ابن حنبلؒ کی روایت ہے نھى النبى ﷺ عن صفقتين فى صفقة واحدة (جلد ا ص ۳۹۸ جمع الفوائد جلد ۲ ص ۶۵۵) رسول اللہ ﷺ نے ایک عقد کے اندر دو معاملات کرنے سے منع فرمایا ہے مصنفہ ابن عبد الرزاق میں عبد اللہ ابن مسعودؓ کی روایت ہے لا تحل صفقه فى صفقه (مصنفه ابن عبد الرزاق جلد ۸ ص ۱۳۹) ایک عقد میں دو معاملے کرنا حلال نہیں

اور مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت میں ہے **لا یصلح صفقتان فی صفقة (مصنف ابن ابی شیبہ جلد ۵ ص ۱۲)**
ا یک عقد میں دو معاملات کرنا صحیح نہیں ہے۔
اس لئے ان احادیث کی روشنی میں ایک ہی عقد میں دو معاملے جمع کرنا جائز نہیں ہے

ہائر پرچیز:

ہائر پرچیز کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو خریدنے کے لئے کرایہ پر لینا یعنی اگر کوئی شخص یا ادارہ کسی مالیاتی ادارے سے کوئی چیز کرایہ پر لے اور کرایہ کی قسطیں اس طرح مقرر کی جائیں کہ کرایہ کے ساتھ ساتھ اس کی قیمت بھی وصول ہوتی رہے تو اس عمل کو ہائر پرچیز کہا جائے گا آج کل جو گاڑیاں بینک سے لی جاتی ہیں اسی طریقے سے حاصل کی جاتی ہیں یہ صورت دو وجوہات کے بناء پر اختیار کی جاتی ہے۔

(۱) اس مشینری وغیرہ کو خریدنے سے حکومت کے ٹیکسوں میں اضافہ ہو جاتا ہے جبکہ ہائر پرچیز کی صورت میں تمام اقساط کی ادائیگی تک ٹیکس سے چھوٹ رہتی ہے۔

(۲) ہائر پرچیز پر لی گئی اشیاء عام طور پر بہت قیمتی ہوتی ہیں جن کی بیع قسطوں پر ہوتی ہے اور ایسی صورت میں بیچنے والے شخص یا ادارے کو اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ مطلوبہ سامان بیچنے کی صورت میں اس کی ملکیت فوراً خریدار کی طرف منتقل ہو جائے گی اب ہوسکتا ہے کہ وہ اس کی اقساط کی ادائیگی بروقت نہ کرے یا بعد میں دینے سے ہی انکار کردے تو اس صورت میں بیچنے والے ادارے کو کافی پریشانی کا سامنا کرنا پڑے گا لہذا وہ اپنے لئے بہتر طریقہ یہ سمجھتے ہیں کہ فی الحال تو اس مشینری کو اجارے پر دیا جائے البتہ اس کی اقساط اس طرح پورے کی جائیں کہ اسے بیچنے کی صورت میں نفع سمیت جو کل قیمت ملتی ہے اجارہ کی مدت میں اتنی ہی رقم مل جائے یہی وجہ ہے کہ عام طور پر ہائر پرچیز میں اجارے پر دی گئی اشیاء کی اجرت ان کی اجرت مثل (بازاری) قیمت سے کچھ زیادہ ہوتی ہے اور مستاجر بھی یہ زیادہ قیمت دینے پر اس لئے راضی ہو جاتا ہے کہ اجارہ کے مدت کی انتہاء پر یہ چیز خود بخود اس کی ملکیت میں آجاتی ہے (غرر کی صورتیں ص ۱۱۶)

اس کے ناجائز ہونے کی وجہ:

اسکی صورت یہ بنتی ہے کہ زید عمر سے کہے کہ میں آپ کو یہ گاڑی اس شرط کے ساتھ لیز پر دیتا ہوں کہ اقساط مکمل ہونے کے ساتھ ہی تم اس گاڑی کے مالک بن جاوگے اس صورت میں غور کرنے سے معلوم ہوا کہ ایک ہی عقد کے اندر اجارہ بھی ہے اور بیع بھی ہے جو کہ شرعاً ناجائز ہے، احادیث میں اس کی ممانعت وارد ہوئی ہے مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں کہ فقہی اعتبار سے اس کی دو صورتیں ممکن ہے۔

(۱) پہلی صورت یہ ہے کہ اس سامان کی بیع اجارہ کے ختم کے ساتھ معلق کردی جائے اس صورت میں بیع دو چیزوں کے ساتھ مشروط ہوگی ایک یہ کہ مدت اجارہ پوری ہو جائے اور دوسرے یہ کہ مستاجر کا ذمہ تمام واجبات سے فارغ ہو جائے یہ صورت شرعا جائز نہیں کیونکہ اس میں بیع ہے اور بیع کا تعلق ان معاملات سے ہے جن میں تعلیق جائز نہیں اور بیع کو آئندہ کسی زمانے کی طرف منسوب کرنا بھی جائز نہیں

علامہ خالد الاتاسی شرح المجلہ میں فرماتے ہیں واما الذی لا یصح تعلیقہ بالشرط شرعا فضابطہ کل ما کان من التملیکات کالبیع والاجارہ (شرح المجلہ جلد ۱ ص: ۲۳۴) شرعاً جن عقود کو کسی شرط کے ساتھ معلق کرنا درست نہیں ان کا ضابطہ یہ ہے کہ جن کا تعلق تملیکات سے ہو مثلاً عقد، بیع اور اجارہ۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ عقد اجارہ کے وقت بیع نہ کی جائے بلکہ بیع کا وعدہ کیا جائے جن کو عقد اجارہ کے اندر بطور شرط کے مقرر کیا جائے اس صورت میں یہ اشکال ہوتا ہے کہ یہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے اور ان جیسی شرائط فقہائے حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اجارہ کو فاسد کر دیتی ہیں جب کہ فقہائے مالکیہ اور حنبلیہ کے نزدیک بہت ساری شرائط اس میں جو مقتضائے عقد کے خلاف ہونے کے باوجود عقد کو فاسد نہیں کرتی اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک ایک ہی صفقہ میں اجارہ کے اندر بیع کی شرط لگانا جائز ہوگا (فقہی مقالات جلد ۱ ص ۲۸۱) مالکیہ کے دلائل ذکر کرنے کے بعد مفتی تقی عثمانی مدظلہ العالی لکھتے ہیں: کہ مالکیہ کے قول اختیار کرتے ہوئے اس مسئلے میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ایک وعدہ بیع ہے جو اجارہ کے ساتھ مشروط ہے لیکن اس صورت میں مدت اجارہ ختم ہونے کے بعد بیع منعقد ہوگی لھذا جب مدت اجارہ ختم ہو جائے اس وقت فریقین مستقل ایجاب وقبول کے ذریعے بیع کا معاملہ کریں اب چاہے وہ ایجاب وقبول بالمشافہ ہو یا خط وکتابت کے ذریعے ہو۔

زیر بحث مسئلے کی ایک تیسری صورت اور بھی ہو سکتی ہے جو میرے خیال میں چاروں آئمہ کے مسلک کے مطابق درست ہوگی وہ یہ کہ وعدہ بیع کو اجارہ کے ساتھ مشروط نہ کیا جائے بلکہ وہ وعدہ مستقل علیحدہ کیا جائے اس کی صورت یہ ہوگی کہ فریقین کے درمیان ایک وعدہ اگریمنٹ میں ہو جائے جس میں اسی بات کا وعدہ ہو کہ فریقین پہلے عقد اجارہ کریں گے اور پھر بیع کریں گے پھر وعدہ کے مطابق وقت مقرر پر فریقین کے درمیان اجارہ ہو جائے جس میں بیع کا کائی ذکر نہ ہو اس کے بعد جب اجارہ کی مدت ختم ہو جائے تو مستقل بیع کر لی جائے جس میں کوئی شرط وغیرہ نہ ہو اسی طرح دونوں عقد مستقل اور غیر مشروط ہو جائیں گے (فقہی مقالات جلد ۱ ص ۲۸۳)

اس لئے موجودہ بینکوں میں جو طریقہ رائج ہے یہ شرعاً درست نہیں ناجائز ہے اس کا جائز طریقہ یہ ہے کہ گاڑی بینک کے ضمان میں آئے اور اس کا کرایہ بمع نفع کے وصول ہو جائے مدت اجارہ کی تکمیل پر عقد جدید کر کے بینک وہ گاڑی تاجر کو معمولی قیمت پر فروخت کر دے یا ہبہ کر دے۔

چوتھی خرابی: ۔ یہ پائی جاتی ہے کہ بینک تاجر انشورنس کی رقم لے کر گاڑی کی انشورنس کراتے ہیں ویسے تو انشورنس کی بہت ساری قسمیں ہیں زندگی کا بیمہ، مکان۔ دکان کا بیمہ، حتیٰ کہ اعضاء انسانی کا بھی بیمہ ہوتا ہے سب کا طریقہ کار تقریباً ایک جیسا ہوتا ہے۔

گاڑی کا بیمہ، مثلاً زید نے دس لاکھ روپے کی گاڑی خرید لی اب وہ چاہتا ہے کہ یہ گاڑی ہر قسم کے نقصانات سے محفوظ رہے اگر اس کی گاڑی کسی حادثے میں تباہ ہو جائے تو اس کے بدلے میں اس کی قیمت مل جائے تاکہ اس سے وہ دوسری گاڑی خرید لے اور اگر اس کو کسی

حادثے میں کسی قسم کا نقصان پہنچے تو اس کی تلافی بھی ہو جائے اس معاملے کے لئے وہ انشورنس کمپنی کے پاس جاتا ہے کمپنی اس سے کہتی ہے کہ اگر آپ اتنی متعین رقم مثلاً چالیس ہزار سالانہ ہمیں آدا کریں تو ہم اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ ہم آپ کی گاڑی کی ہر قسم کے نقصانات کی تلافی کریں گے زید کمپنی سے معاملہ کر لیتا ہے گویا وہ کمپنی کو سالانہ چالیس ہزار روپے اس شرط پر دیتا ہے کہ اگر اس کی گاڑی تباہ ہوگئی تو کمپنی اسے دس لاکھ روپے دے گی یا جتنا نقصان ہوگا کمپنی اسے برداشت کرے گی یہ صورت جنرل انشورنس کی ہے۔

(۷) انشورنس کا شرعی حکم:

آج کل انشورنس کی جتنی بھی قسمیں رائج ہیں ان میں بنیادی طور پر تین خرابیاں پائی جاتی ہیں۔

۱: ربا (سود)، ۲: قمار (جواء)، ۳: غرر (دھوکہ)

ان وجوہات کی بناء پر موجودہ انشورنس کرانا شرعاً بالکل جائز نہیں مفتی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں: اصول یہ ہے کہ اگر کرایہ کی چیز پر آفات سماویہ آجائے تو اس صورت میں مستاجر ضامن نہ ہوگا جب تک مستاجر اس چیز کی حفاظت میں تعدی سے کام نہ لے اس اصول کے پیش نظر مدت اجارہ کے دوران حوادث اور آفات سے حفاظت کے لئے اس سامان کا انشورنس کرانا مستاجر کے ذمہ واجب نہیں ہے لھذا مناسب یہ ہے کہ اگر انشورنس کرانا ضروری ہو تو بینک بحیثیت مالک کے اس کا انشورنس کرائے یہ انشورنس بھی اس وقت جائز ہے جب وہ تعارفی اور جائز انشورنس ہو اگر وہ انشورنس دھوکہ سود قمار وغیرہ پر مشتمل ہو (جیسا کہ آجکل سب ان چیزوں پر مشتمل ہے) ایسا انشورنس کرانا شرعاً جائز نہیں (فقہی مقالات جلد:۱ ص:۲۸۱) مفتی کفایت اللہ دہلویؒ ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ بیمہ دراصل ربوٰا اور قمار سے مرکب ہے اور یہ دونوں شریعت میں حرام ہیں اس لئے بیمہ خواہ تجارتی ہو یا جائداد کا یا زندگی کا جب کہ وہ ربا اور قمار سے خالی نہیں ہے تو شرعاحد جواز میں نہیں آسکتا (کفایت المفتی جلد ۸ ص ۹۰)

فتاوی محمودیہ میں ہے۔ بیمہ میں سود بھی ہے اور جوا بھی ہے یہ دونوں چیزیں ممنوع ہیں (فتاوی محمودیہ جلد ۱۶ ص ۳۸۷) بیمہ میں سود تو واضح ہے کہ کم رقم قرض دے کر اس سے زیادہ وصول کیا جاتا ہے اور سود کی یہی صورت عربوں میں رائج تھی جس کی حرمت کا علان قرآن مجید نے کیا امام جصاصؒ لکھتے ہیں والرباء الذی کانت العرب تعرفه وتفعله انما کان قرض الدرهم والدنانیر الیٰ اجل بزیادة علیٰ مقدار ما استقرض علی ما یتراضون به (احکام القرآن جلد ۱ ص:۶۳۵)

اور انشورنس میں قمار اس لئے ہے کہ ہو سکتا ہے کہ گاڑی کو نقصان نہ پہنچے اور نقصان پہنچنے کا بھی اندیشہ ہے پھر یہ معلوم نہیں کہ کتنا نقصان ہوگا کم ہوگا یا زیادہ یا مکمل طور پر گاڑی تباہ ہوگی اور رقم اس لئے دی جاتی ہے کہ اس خطرے سے نمٹا جائے اور یہی قمار ہے جو نص قطعی سے حرام ہے قال فی الدر المختار :وسمی القمار قمارا لان کل واحد من المقامرین ممن یجوز ان یذهب ماله الیٰ صاحبه ویجوز ان یستفید مال صاحبه وهو حرام بالنص (الدر المختار جلد ۶ ص ۴۰۳ ،مکتبة سعید)

آج کل چونکہ ہر بینک والے گاڑی کا انشورنس کراتے ہیں جو ناجائز ہے اور گاڑی خریدنا بھی ایک ضرورت ہے تو کیا موجودہ دور میں بے

شمار خرابیوں کے باوجود ضرورت کے پیش نظر اسے اختیار کرنے کی گنجائش ہے یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت مطہرہ میں جس ضرورت کے پائے جانے پر حرام کام کرنے کی اجازت دی گئی ہے اس کا مفہوم وہ نہیں جو اردو زبان میں لفظ ضرورت کا مفہوم ہے بلکہ شریعت کے نزدیک حرام کا ارتکاب کرنے کیلئے صرف وہ ضرورت معتبر مانی گئی ہے کہ اگر اس کا ارتکاب نہ کیا جائے تو بھوک، ننگے پن، یا بیماری کی وجہ سے جان یا کسی عضوء کے ہلاک ہونے کا خوف ہو اور اس حرام چیز کے علاوہ کوئی اور حلال چیز بھوک مٹانے علاج کرانے یا پہننے کیلئے نہ ہو تو یہ اضطرار اور مجبوری کی حالت کہلاتی ہے، ایسی صورت میں اگر کوئی شخص اس چیز کو برا سمجھتے ہوئے اور دین کی اطاعت برقرار رکھتے ہوئے وہ چیز بقدر ضرورت استعمال کر لے تو شریعت میں اس کی گنجائش ہے جیسے جان کی ہلاکت کے خوف سے صرف اتنی مقدار میں خنزیر کا گوشت کھانا کہ جس سے جان بچ جائے۔

ظاہر ہے کہ انشورنس کے کاروبار میں اس درجہ ضرورت نہیں پائی جاتی اگر اسے بند کر دیا جائے تو جان کی ہلاکت کا یا اعضاء کے تلف ہونے کا اندیشہ نہیں ہے اس لئے نظریہ ضرورت کے تحت اسے جائز قرار نہیں دیا جا سکتا (اسلامی بینکاری اور غرر ص:۹۹)

اسلئے موجودہ انشورنس کی تمام قسمیں ناجائز اور حرام ہیں تو گاڑی کا بیمہ کرانا بھی حرام اور ناجائز ہوگا اور ضرورت کی بناء پر اسکو جائز بھی قرار نہیں دے سکتے اس لئے کہ اس درجے کی ضرورت نہیں جس میں حرام اشیاء کے استعمال کی اجازت قرآن مجید میں دی گئی ہے۔

پانچویں خرابی:۔ آج کل فنانشل لیز کے بعض معاہدوں میں کرایہ کی ادائیگی میں تاخیر کی صورت میں جرمانہ مقرر کیا جاتا ہے جرمانہ کی یہ رقم اگر موجر کی ملکیت میں آجائے اور اس سے اس کی آمدنی میں اضافہ ہو تو یہ رقم موجر کے لئے لینا شرعاً جائز نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کرایہ مستاجر کے ذ ـ نے واجب الاداء ہو گیا تو یہ قرض بن گیا اور قرض کے اوپر اضافہ وصول کرنے کو قرآن کریم نے واضح طور پر منع کیا ہے اور یہ سود میں داخل ہے جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ ترجمہ: پھر اگر تم اس پر عمل نہ کرو گے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کا اعلان سن لو اور اگر تم توبہ کر لو گے تو تم کو تمہارے اصل اموال مل جائے گے نہ تم کسی پر ظلم کرنے پاؤ گے اور نہ تم پر کوئی ظلم کرنے پائے گا۔ (سورۃ بقرہ آیت نمبر ۲۷۹)

اس آیت کے پیش نظر اگر مستاجر کرایہ کی ادائیگی میں تاخیر کر دے تب بھی موجر اس سے اضافی رقم کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔ جب کہ موجودہ زمانے میں اگر اضافی رقم کا مطالبہ نہ کیا جائے تو پھر بعض مستاجر وقت پر رقم ادا نہیں کرتے جس کی وجہ سے موجر کو نقصان ہوتا ہے۔ اس سے بچنے کے لئے موجودہ زمانے میں یہ کیا جا سکتا ہے کہ مستاجر سے کہا جائے کہ وہ یہ عہد کرے کہ اگر وہ مقررہ تاریخ پر کرایہ ادا کرنے سے قاصر رہا تو وہ معینہ رقم اپنے اختیار کے طور پر دیگا اس مقصد کے لئے موجر یا بینک ایک خیراتی فنڈ قائم کر سکتا ہے جہاں اس جیسی رقوم جمع کرائی جائیں اور انہیں خیراتی مقاصد کے لئے استعمال کیا جائے، اس میں ضرورت مند لوگوں کو غیر سودی قرضے بھی دئے جا سکتے ہیں یہ رقم تاخیر کے حساب سے مختلف بھی ہو سکتی ہے اس کا حساب سالانہ فیصد کے حساب پر بھی کیا جا سکتا ہے اس مقصد کے لئے لیز کے معاہدے میں اس شق کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ مستاجر یہ عہد کرتا ہے کہ اگر وہ کرایہ کی ادائیگی میں مقرر تاریخ سے تاخیر کرے گا تو وہ سالانہ

فیصد کے حساب سے رقم خیراتی فنڈ میں دے گا جو موجر کے زیر انتظام ہوگا اور جسے موجر خیراتی کاموں میں استعمال کرے گا اور یہ فنڈ کسی بھی صورت موجر کی آمدنی کا حصہ نہیں ہوگا یہ تجویز بعض مالکی فقہاء کے بیان کردہ ایک فقہی قاعدے پر مبنی ہے۔
(جدید معاشی نظام میں اسلامی اجاری داری ص:۳۰۶)

مفتی رشید احمد لدھیانویؒ لکھتے ہیں بعض علماء عصر نے اس مسئلے کے حل کے لئے یہ تجویز پیش کی ہے عمیل سے عقد مرابحہ کرتے وقت یہ لکھوالیا جائے کہ اگر وہ آدائیگی کی اہلیت کے باوجود بروقت آدائیگی نہ کرسکا تو وہ اپنے واجب الاداء دین کا ایک مخصوص فیصد حصہ ایک خیراتی فنڈ میں چندے کے طور پر ادا کرے گا اس غرض کے لئے بینک میں ایک خیراتی فنڈ قائم کیا جائے گا جو نہ بینک کی ملکیت ہوگا اور نہ اس کی رقوم بینک کی آمدن میں شامل ہونگی بلکہ اس سے ناداروں کی امداد اور ان کو غیر سودی قرضے فراہم کرنے کا کام لیا جائے گا بعض مالکی فقہاء کے نزدیک ایسا التزام قضاء بھی نافذ ہو جاتا ہے عمیل کی طرف سے خیراتی فنڈ میں چندہ دینے کا یہ التزام اسی صورت میں ہوگا جب وہ اہلیت کے باوجود آدائیگی نہ کرے لیکن اگر وہ واقعتاً تنگدستی کی بناء پر ادائیگی سے قاصر رہا ہو تو اس صورت میں خیراتی فنڈ کو چندہ دینے کا پابند نہ ہوگا (احسن الفتاویٰ جلد ۷ ص ۱۲۰) مفتی رشید احمد صاحب اس پر حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ مجلس کی تجویز تو یہ ہے کہ یہ فنڈ بینک کے بجائے کسی ثالث کی تحویل میں رہے مگر بینک اپنی ہی تحویل میں رکھنے پر مصر ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ بینک کے لئے قسط کی تاخیر کی صورت میں جرمانہ لگانا شرعاً ناجائز ہے سود ہونے کی بناء پر البتہ یہ صورت اختیار کی جاسکتی ہے کہ ایک خیراتی فنڈ قائم کیا جائے جو بینک کے تحویل میں نہ بلکہ کسی ثالث کی تحویل میں اور تاخیر کی صورت میں وہ شخص اپنا حصہ چندے کے طور پر اس ثالث کو ادا کرے۔

خلاصہ:۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس زمانے میں جتنے بھی بینک لیز پر گاڑیاں دیتے ہیں ان میں یہ خرابیاں پائی جاتی ہیں جو ہم نے بیان کی ہیں الا ماشاء اللہ اگر بینک سے یہ خرابیاں دور ہو جائیں تو پھر بینک سے گاڑی لیز پر لینا جائز رہیگا لیکن جب تک یہ خرابیاں موجود ہوں اس وقت تک بینک سے لیز پر گاڑی لینا شرعاً جائز نہیں ہے۔

مقالہ نگار حضرات سے ضروری گذارش

جملہ مقالہ نگار حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ اپنے مقالات اور مضامین میں عربی / انگریزی عبارات کا بزبان اردو ترجمہ کا اہتمام بھی فرمائیں۔

اس طرح قارئین بہتر استفادہ کرسکیں گے۔ .... (شکریہ)